بنیاد جلد ۱۰، ۲۰۱۹ء

بی بی امینہ*

مغرب کے جدید اصولِ لغت نویسی

Abstract:

Principles of Modern Western Lexicography

Lexicography is the scientific practice of writing and compiling dictionaries. It is widely considered an independent scholarly discipline, though it is a subfield within linguistics. It is divided into two related areas: the art of writing and editing dictionaries is known as practical lexicography, while the analysis of description of the vocabulary of a particular language and the meaning that links certain words to others in a dictionary is known as theoretical lexicography. This article deals with the former. It sheds light on the arranging, writing and editing of dictionaries. In particular, it emphasizes that principles of lexicography can prove useful if adhered to while compiling Urdu dictionaries.

Keywords: Lexicography, Linguistics, Compiling, Editing, Dictionaries.

اردو لغت نویسی کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو اس میں ایک تسلسل نظر آتا ہے، جسے رؤف پاریکھ (پ: ۱۹۵۸ء) پانچ ادوار میں تقسیم کرتے ہیں:

الف۔ اردو لغت نویسی کے ابتدائی نقوش

ب۔ منظوم لغات

ج۔ اردو بہ فارسی لغات

د۔ اردو بہ انگریزی لغات

ہ۔ اردو بہ اردو لغات[1]

پہلا دور عربی اور فارسی زبان کی اُن کتب پر مشتمل ہے، جن میں اردو کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ان میں طبقات ناصری(۱۲۶۰ء)، تاریخ فیروز شاہی (۱۳۵۶ء)،قران السعدین (س ن) اور مفرح القلوب(س ن) وغیرہ شامل ہیں۔اگرچہ ان کتب کو باقاعدہ لغت نویسی کے ذیل میں شمار نہیں کیا گیا، تاہم ان میں اردو لغت کے ابتدائی نقوش ضرور تلاش کیے گئے ہیں۔دوسرا دور قصیدہ در لغات ہندی(سولھویں صدی عیسوی کا نصف اوّل)، خالق باری (۱۹۴۴ء) اور لغات گجری(۱۹۶۲ء) جیسی ان منظوم لغات یا نصاب ناموں کا ہے،جن میں اردو الفاظ کے عربی اور فارسی مرادفات کا اندراج ہے۔ دور سوم اردو بہ فارسی لغات کا ہے جس میں اردو الفاظ تو شامل ہیں لیکن ان کی وضاحت یا مترادفات فارسی زبان میں دیے گئے ہیں۔ایسی لغات میں غرائب اللغات(۱۷۴۳ء)، کمال عترت(۱۷۷۵ء)،عجائب اللغات(س ن)، دلیل ساطع (۱۸۳۳ء)، نفائس اللغات (۱۸۶۹ء)اور نفس اللغہ(۱۹۴۰ء) وغیرہ کے نام لیے جا سکتے ہیں۔چوتھے دور کا آغاز اس وقت ہوا جب انگریز ہندوستان میں بہ سلسلۂ تجارت وارد ہوئے اور اپنے سیاسی،سماجی اور تجارتی اور تبلیغی مقاصد کے لیے انھوں نے زبان سیکھنے کی طرف خصوصی توجہ کی۔نتیجے کے طور پر قواعد اور دیگر کتب کے ساتھ مستشرقین کی کئی لغات بھی منصۂ شہود پر آئیں،جن میں جان شیکسپیئر (John Shakespeare۔۱۷۷۴ء۔۱۸۵۸ء)،ڈنکن فوربس(Duncan Forbes۔ ۱۷۹۸ء۔ ۱۸۶۸ء)، ایس۔ڈبلیو۔فیلن (S.W.Fallon۔۱۸۱۷ء۔ ۱۸۸۰ء)اور سر جان۔ٹی۔پلیٹس(Sir John T.Platts۔۱۸۳۰ء۔۱۹۰۴ء) کی اردو بہ انگریزی لغات زیادہ اہم تصور کی جاتی ہیں۔جب کہ پانچواں دور اردو بہ اردو لغات سے تعلق رکھتا ہے جس کی معروف لغات فرہنگ آصفیہ(۱۸۸۸ء)،امیر اللغات(۱۸۹۱ء)،نور اللغات(۱۹۲۴ء)،جامع اللغات(۱۹۳۲ء)،لغت کبیر (۱۹۳۷ء)اور اردو لغت(تاریخی اصول پر ۱۹۵۸ء۔۲۰۱۰ء) قرار دی جا سکتی ہیں[2]۔

اس اجمال کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اردو لغت نویسی کا اصل آغاز مستشرقین کی لغات سے ہوا،جن کے زیر اثر بہت سی ذولسانی اور سہ لسانی لغات کی تدوین ہوئی[3]۔ان لغات نے لغت نویسی کی نئی روایت کو فروغ دیا۔ چناں چہ ان کے بعد مدوّن کی جانے والی لغات میں اندراجات،ان کی ترتیب،معنی کی وضاحت اور دیگر اصول مستشرقین کی لغات کے مطابق ہی رہے۔بہ الفاظ دیگر اردو کی معیاری لغات کے لیے دور چہارم اور دور پنجم کو مدنظر رکھا جا سکتا ہے،لیکن ان ادوار میں بھی جو لغات ترتیب دی گئیں، ان میں سے بیش تر لغات میں جدید اصول لغت کا فقدان نظر آتا ہے۔حالاں کہ ان لغات کی

تدوین کے وقت انگریزی اور جرمنی سمیت دیگر ترقی یافتہ زبانوں کی ایسی لغات موجود تھیں یا مدون کی جا رہی تھیں، جو معیاری لغت نویسی کے جملہ معیارات کا احاطہ کرتی تھیں ۔ پھر بھی اردو کی بعض لغات مثلاً اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں ان لغات کے طریقۂ کار سے استفادہ کرنے کے باوجود اندراجاتِ لغت کی تفاصیل کے ضمن میں اصول لغت پوری طرح سے پنپتے دکھائی نہیں دیتے یا پھر ان اصولوں کے اطلاق میں عدم یکسانیت نظر آتی ہے۔

یہاں یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ لغت نویسوں کی راہ نمائی کے لیے دیگر زبانوں کی مثالی لغات کے علاوہ اصول لغت نویسی کی ایک مسلسل اور مستحکم روایت موجود تھی،جس کے ثبوت کے طور پر مولوی عبد الحق(۱۸۷۰ء-۱۹۶۱ء) کی لغت کبیر (۱۹۷۳ء-۱۹۷۵ء) کا دیباچہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے ،جس میں مولوی عبدالحق نے لغت نویسی کی روایت کا تفصیلی ذکر کرنے کے بعد معیاری لغت نویسی کے راہ نما اصول بھی وضاحت سے بیان کیے ہیں [۴]۔اس کے علاوہ مالک رام(۱۹۰۶ء-۱۹۹۳ء)،سہیل بخاری(۱۹۱۴ء-۱۹۹۰ء)، پروفیسر نذیر احمد(۱۹۱۵ء-۲۰۰۸ء)،علی جواد زیدی(۱۹۱۶ء-۲۰۰۴ء)،مسعود حسین خان(۱۹۱۹ء-۲۰۱۰ء)،عصمت جاوید(پ:۱۹۲۲ء)،گیان چند جین (۱۹۲۳ء-۲۰۰۷ء)،سید قدرت نقوی(۱۹۲۵ء-۲۰۰۰ء)،رشید حسن خاں(۱۹۲۵ء-۲۰۰۶ء)،حنیف کیفی(پ: ۱۹۳۴ء)،شمس الرحمٰن فاروقی(پ: ۱۹۳۵ء) اور رؤف پاریکھ نے بھی اس موضوع پر لکھا ہے [۵]۔ ان کے بیان کردہ اصولوں کی اہمیت اور افادیت سے کسی صورت انکار ممکن نہیں ہے، تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان میں جدید اصول لغت نویسی پر بہت کم توجہ دی گئی ہے۔زیادہ تر مضامین میں عربی اور فارسی کے اصولوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔اس طرح اہل علم و فضل کی کاوشیں اپنے زمانۂ تحریر میں اردو لغت نویسی کے مسائل کے حل کے لیے کسی قدر تسلی بخش قرار دی جا سکتی ہیں،لیکن ان کی بنیاد پر عہدِ حاضر میں کوئی لغت ترتیب دی جائے تو متقدمین کے یہ اصول معیاری اور جدید اردو لغت نویسی کے جملہ مسائل کے حل کے لیے ناکافی قرار پاتے ہیں ۔ان کے علاوہ بھی اردو میں کئی ایسے مضامین ملتے ہیں،جو اردو کی لغات یا لغت نویسی کے کسی ایک پہلو سے علاقہ رکھتے ہیں ،لیکن وہ بھی لغت نویسی کے سلسلے میں زیادہ کار آمد نہیں ہو سکتے۔ اسی امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے پیشِ نظر مقالے میں عہد حاضر کے بین الاقوامی ماہرین لغت سے استفادہ کرتے ہوئے معیاری لغت نویسی کے لوازمات کو نو عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے ،جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ اندراجات کے اصول:

اندراجات سے مراد کسی بھی لغت میں موجود راس الفاظ(head words) یا انٹریز(entries) ہیں۔یہ لغویوں (lexemes) کی صورت میں موجود ہوتے ہیں جنھیں لیما(lemma) کا نام دیا جاتا ہے۔یہ الفاظ دیگر کسی بھی حوالہ جاتی

کتاب(reference book) میں جس مقام پر کوئی لفظ یا اندراج تلاش کیا جا سکتا ہے اسے لیما (lemma) کہتے ہیں۔ یہ قاری کی راہ نمائی اس کے مطلوبہ لفظ تک کرتا ہے، جو عموماً راس لفظ کے طور پر یا اس کے تحت درج ہوتا ہے۔ کچھ ماہرین اس بات کے حامی ہیں کہ لغت میں کسی لفظ کی بنیادی تعریف سے پہلے بیان کی گئی ساری تفصیلات بھی لیما میں شامل کر دی جائیں، مثلاً ہجے، املا، تلفظ اور قواعدی شناخت وغیرہ۔ جب کہ بعض اس اصطلاح کو راس لفظ، مرکزی لفظ یا اصل لفظ (head word) کے مترادف قرار دیتے ہیں[۶]۔

تاہم یہ لغت کی بنیادی ساخت ہے جس کے تحت ایک لفظ درج کیا جاتا ہے اور اس کی جگہ کا تعین کیا جاتا ہے۔ اسے عام طور پر کسی لفظ کی ابتدائی اور آسان ترین شکل بھی کہا جا سکتا ہے، جس کی دوسری اشکال عموماً لغت میں درج نہیں کی جاتیں مثلاً کسی لفظ کی جمع وغیرہ[۷]۔ یہاں یہ مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے کہ کچھ اندراجات ایک سے زائد الفاظ کی صورت میں بھی موجود ہوتے ہیں اور کچھ الفاظ کسی دوسرے لفظ کا جزو ہوتے ہیں۔ اس لیے انھیں 'ہیڈ ورڈ' یعنی 'راس لفظ' کہنا زیادہ مناسب ہے کہ یہ قاری کو آسانی سے سمجھ بھی آتا ہے[۸]، تاہم بوسونسن (Bo Svensen۔ پ:۱۹۴۱ء) کے مطابق لیما کا عام مترادف 'ہیڈ ورڈ' ہی ہے لیکن اگر لیما ایک سے زائد الفاظ پر مشتمل ہو تو اسے 'ہیڈ ورڈ' کہنا کسی حد تک تشکیک کا شکار کر دیتا ہے کیوں کہ وہ صرف ایک لفظ (word) پر مشتمل نہیں ہوتا۔ چناں چہ وہ ہر قسم کے اندراج لغت کے لیے 'لیما' ہی استعمال کرتے ہیں[۹]، جس کے انتخاب کے لیے ایک لغت نویس کو درج ذیل اُصولوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے:

۱۔ کسی بھی لغت کی تدوین کے لیے سب سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ لغت کس مقصد کے لیے مدون کی جا رہی ہے؟ اگر وہ مقامی افراد کے لیے ہے تو پھر اس میں الفاظ کا اندراج بھی وسیع پیمانے پر ہوگا اور اس میں معروف، رائج، متروک، کم بولے جانے والے اور غیر مقبول الفاظ کے ساتھ ساتھ مذہبی، ادبی پیشہ ورانہ، قانونی، دفتری، مال گزاری اور علمی و فنی اصطلاحات، ضرب الامثال اور کہاوتیں بھی شامل ہوں گی، لیکن اگر کوئی لغت محض زبان سیکھنے کے خواہش مند افراد کے لیے مدون کی جا رہی ہے تو ایسی صورت میں ذخیرۂ الفاظ محدود ہوکر اس زبان کے معروف اور موجودہ الفاظ پر مشتمل ہوگا جب کہ کسی خاص طبقے یا شعبے کے لیے ترتیب دی جانے والی لغت میں الفاظ کا ذخیرہ اور بھی محدود ہو جائے گا[۱۰]۔

۲۔ اندراجات کے لیے مآخذ بھی بہت اہم ہیں۔ بوسونسن اس ضمن میں دو قسم کے مآخذ کی طرف اشارہ کرتے ہیں: الف۔ بنیادی ذرائع ب۔ ثانوی ذرائع

بنیادی ذرائع مصدقہ لسانیاتی مواد سے متعلق ہوتے ہیں جو زبانی اور تحریری دونوں صورتوں میں موجود ہوتے ہیں۔یہ مواد مختلف قسم کا ہو سکتا ہے مثلاً معائنے یا تجزیے کے ذریعے حاصل شدہ مواد،حوالہ جاتی فائلیں اور کورپس (corpus)وغیرہ۔جب کہ ثانوی ذرائع میں کسی زبان کی موجودہ صراحتیں،پہلے سے موجود لغات،قواعد اور خصوصی مطالعات شامل ہیں[11]۔

۳۔ الفاظ کے انتخاب کے لیے نہ صرف پہلے سے موجود لغات اور ادبی متون سے استفادہ کیا جا سکتا ہے بلکہ اس سلسلے میں کورپس کا کردار بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔کسی بھی زبان کے لیے متون کا ایک سیٹ جمع کیا جا سکتا ہے جو اس زبان کے بولنے والوں کی منتخب کردہ اسناد پر مشتمل ہوتا ہے۔ایسے متون کے سیٹ کو کورپس کہتے ہیں۔یہ موجودہ زمانے میں برقی کورپس کی شکل میں دست یاب ہوتا ہے[12]۔اس کی مدد سے وہ الفاظ جو کم بولے جاتے ہیں یا کسی تحریری متن کا حصہ نہیں ہیں لیکن اگر زبان کا جزو ہیں تو لغت میں شامل ہو سکتے ہیں۔سوشل میڈیا یا سماجی ویب گاہوں پر موجود نئی اصطلاحات تک بھی انھی کے ذریعے رسائی ہوسکتی ہے۔

۴۔ بلا شبہ لغت نویسی میں کورپس کا استعمال بہت عام ہو چلا ہے،لیکن اس ضمن میں لغت نویس کو بھی یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کورپس اور اس سے حاصل کردہ معلومات پر کس حد تک اعتماد کر سکتا ہے۔اگر کورپس بہتر طور پر راہ نمائی کر سکتا ہے تو پھر اسے چاہیے کہ وہ نہ صرف اسے استعمال کرے بل کہ اس کے استعمال کے رہنما اصول بھی وضع کرے[13]۔

۵۔ انتخاب اندراجات میں ایک اہم مسئلہ بہ طور لیما الفاظ کے اندراجات کا ہے۔لغت نویسی کی روایت ہے کہ اس میں اسما،افعال، مصادر اور صفات کو ان کی غیر تصریفی شکل میں بہ طور لیما داخل کیا جاتا ہے،لیکن اکثر اوقات ان کی انتہائی ضروری تصریفی اشکال بھی قاری کی آسانی کے لیے شامل لغت ہوتی ہیں[14]۔

۶۔ ہیننگ برگن ہولٹز(Henning Bergenholtz۔پ:۱۹۴۴ء) اور سون ٹارپ(Sven Tarp۔پ:۱۹۶۷ء) لغت میں لغویوں (lexemes) کے علاوہ مرکبات ،سابقوں لاحقوں اور فقرات کو بھی شامل کرنے کے حق میں ہیں[15]۔

۷۔ قواعدی الفاظ جو لغویہ کے طور پر درج کیے جاتے ہیں، ان میں اسم واحد،اسم صفت ،متعلق افعال اور دیگر افعال شامل ہیں[16]۔

۸۔ مخففات کی بابت پہلے یہ طریقہ اختیار کیا جاتا تھا کہ انھیں لغت کے آخر میں ضمیمے کے طور پر درج کیا جاتا

تھا،لیکن اب بڑھتا ہوا رجحان یہ ہے کہ انھیں بھی حروف تہجی کے اعتبار سے لغویہ کے طور پر ہی شامل کیا جائے[۱۷]۔

۹۔ ہیننگ برگن ہولٹز اور سون ٹارپ محدود لغات میں مخففات کے اندراج کے بھی قائل ہیں،لیکن ان کے نزدیک مخففات کی مکمل ساخت درج کر کے اس کی طرف رجوع کروانا زیادہ احسن ہے[۱۸]۔جب کہ ہاورڈ جیکسن (Howard Jackson۔پ:۱۹۴۵ء) کے مطابق اگرچہ سابقے ، لاحقے اورمخففات راس لفظ کے طور پر شامل کیے جاتے ہیں،لیکن ہمیں انھیں لیکسیم یعنی لغویے کے درجے سے خارج کر دینا چاہیے[۱۹]۔

۲۔ترتیب اندراجات کے اُصول:

لغت نویسی کا دوسرا اصول ترتیب اندراجات کا ہے یعنی لغت میں موجود الفاظ کو کس بنیاد پر ترتیب دیا جائے؟ اس کے لیے مختلف لغات میں کئی طریقے پائے جاتے ہیں جنھیں درج ذیل اصولوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ لغت کبھی تو موضوعات کے اعتبار سے ترتیب دی جاتی ہے مثلاً کسی بھی زبان کے تھیسارس(thesaurus) یا مخزن وغیرہ، یا کبھی متعلقہ زبان کے حروف تہجی کے اعتبار سے ۔تاہم مؤخر الذکر طریقہ زیادہ معروف ہے اور زیادہ تر لغات میں یہی طریقہ بروے کار لایا جا رہا ہے۔اس طرح لغات کسی زبان کے ذخیرۂ الفاظ کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتی ہیں اور مطلوبہ الفاظ تک رسائی کا عمل آسان ہو جاتا ہے[۲۰]۔

۲۔ دوسرا اہم اور ضروری مسئلہ حروف تہجی کی تعداد اور ان کی ترتیب کا تعین ہے ۔بالخصوص اردو زبان کے لیے اس کی بڑی اہمیت ہے ۔ ملک بھر میں موجود اردو کے مختلف قاعدوں میں ان کی تعداد اور ترتیب میں اختلاف پایا جاتا ہے ، جس کا اثر لغات پر بھی پڑتا ہے ۔لہٰذا لغت نویس کا فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے اس کی طرف توجہ دے کیوں کہ لغت حروف تہجی کی بنیاد اور ترتیب پر مدون کی جاتی ہے۔اگر ان کے حوالے سے غیر یقینی کیفیت پائی جائے تو لغت کا پورا ڈھانچا متاثر ہوگا[۲۱]۔

۳۔مستخرج اور مشتق الفاظ کی ترتیب بھی اہم مسئلہ ہے۔مرکبات اور مشتقات وغیرہ عموماً لیما کے ذیلی اندراجات کے طور پر درج کیے جاتے ہیں۔ تاہم اس حوالے سے لغات میں تنوع دکھائی دیتا ہے ۔کچھ لغات میں مرکبات کوعلیٰحدہ اندراجات کی صورت میں بھی شامل کیا جاتا ہے اور بعض اوقات سابقوں اور لاحقوں کوبھی لغویوں کی حیثیت حاصل ہوتی ہے[۲۲]۔

۴۔بعض لغویے ایسے ہوتے ہیں جوحروف اور تلفظ میں یکساں ہوتے ہیں،لیکن ان کے معنی مختلف ہوتے ہیں اور ایسا

عموماً اشتقاق کے افتراق کی بنا پر ہوتا ہے انھیں متجانس الفاظ (homonyms) کہا جاتا ہے، جو متحد الحروف و متحد التلفظ لیکن مختلف المعنی ہوتے ہیں ، مثلاً 'آب بمعنی پانی' اور 'آب بمعنی چمک' وغیرہ۔اصولوں کے مطابق ایسے الفاظ کا اندراج دو بار یا الگ الگ ہی کیا جائے گا[۲۳]۔ بوسونسن بھی اسی اصول کے حامی ہیں۔وہ اسے روایتی یا تاریخی طریقۂ کار (historical criteria) قرار دیتے ہیں اور ان کے خیال میں یہ اصول تاریخی لغات کے لیے مفید ہے کیوں کہ ہم عصری لغات میں عموماً لفظ کے اشتقاق سے بحث نہیں کی جاتی[۲۴]۔

۵۔ کچھ لغویے بہ اعتبار تلفظ یکساں ہوتے ہیں لیکن ان کا املا مختلف ہوتا ہے۔انھیں دوصوتیے (homophones) کہتے ہیں، جو متحد التلفظ لیکن مختلف الحروف الفاظ ہوتے ہیں،مثلاً 'ارض' اور 'عرض' وغیرہ۔ ایسے الفاظ اندراجات کی ترتیب میں کوئی مسئلہ پیدا نہیں کرتے کیوں کہ ان کا املا الگ ہوتا ہے۔ چناں چہ انھیں حروف تہجی کے لحاظ سے ہی لغت میں جگہ دی جاتی ہے[۲۵]۔

۶۔ الفاظ کی تصریفی اشکال بھی لغت کی ترتیب میں مسائل پیدا کرتی ہیں،مثلاً اگر ہم لغت میں کسی فعل کا ماضی کا صیغہ تلاش کریں تو وہ ہمیں اصل فعل یا مصدر کے تحت ہی ملے گا ۔اگر اس کی کوئی اور شکل بھی موجود ہوگی تو اس کی طرف رجوع کروایا جائے گا ۔ کیوں کہ لغت میں کسی لفظ کی بنیادی یا لغوی اکائی ہی درج کی جاتی ہے اور اس کے ذیل میں اس کی تفصیل دے دی جاتی ہے۔ یہ بہ ظاہر اس لفظ کی متغیر اشکال ہوسکتی ہیں لیکن اصل میں یہ ایک ہی ہیں۔مثلاً گانا، گاتا، گایا، گائے، گا رہا وغیرہ[۲۶]۔اس کے لیے الگ سے تفصیلات درج نہیں ہوتیں۔ جو کچھ لغوی اکائیوں کے باب میں بیان کیا جاتا ہے اس کا اطلاق اس لفظ کے متعلقہ تمام جوڑوں پر کیا جا سکتا ہے ۔

۳ ۔املا کے اُصول:

کسی بھی لغت میں املا کے بارے میں معلومات اس کے لیما میں موجود ہوتی ہے ۔ چناں چہ لیمااس لحاظ سے بھی اہمیت کا حامل ہے۔ایک لغت املا کے متعلق بھی معلومات فراہم کرتی ہے اور ہم عموماً کسی لفظ کا درست املا جاننے کے لیے بھی لغت کا استعمال کرتے ہیں۔ چناں چہ لغت میں املا کے تعین کے لیے حسب ذیل اصول اپنائے جا سکتے ہیں:

ا۔ایک لغت املا کے اختلافات کو واضح کرتی ہے جو مختلف قسم کے ہو سکتے ہیں مثلاً لغت میں کچھ الفاظ ایسے ہوتے ہیں جو دو یا اس سے زائد املا کے حامل ہوتے ہیں ۔ قاری کی آسانی کے لیے مناسب ہے کہ مختلف املا درج کر دیے جائیں اور ان کے آگے نشان دہی بھی کر دی جائے کہ یہ کسی لفظ کا غلط املا ہے اور پھر اصل کی طرف رجوع کروا دیا

جائے[۲۷]۔

۲۔مختلف الحروف الفاظ میں کسی ایک املا کو ترجیح دینا قاری کا اختیار بھی ہوتا ہے کیوں کہ دونوں قسم کا املا مروج ہوتا ہے[۲۸]۔لہٰذا ایک قاری اپنی صواب دید پر کوئی ایک املا اختیار کر سکتا ہے۔

۳۔ برقی لغات میں اس امر کی ضرورت نہیں ہوتی کہ ایک لفظ اور اس کے مروج املا کو مختلف مقامات پر تلاش کیا جائے ۔ کیوں کہ اس میں کسی لفظ کی تلاش کے ساتھ ہی اس کے کئی متبادلات پیش کر دیے جاتے ہیں خواہ قاری کی طرف سے غلط یا نامکمل ہجے ہی کیوں نہ درج کیے گئے ہوں[۲۹]۔

۴۔کسی لفظ کے ایک سے زائد املا کا ہونا اس بات کی بھی علامت ہے کہ اس زبان میں لغت نویسی کی ایک طویل روایت موجود ہے ۔چناں چہ ایسی صورت میں اس امر کا تعین مشکل ہو جاتا ہے کہ کس املا کو ترجیح دی جائے اور کسے لیما قرار دیا جائے؟اس کا حل یوں نکالا جا سکتا ہے کہ ان املا میں سے کسی ایک کو مرکزی ساخت تصور کر کے باقیوں کی طرف رجوع کروا دیا جائے یا دیگر املا بھی اسی ایک لفظ کے تحت درج کر دیے جائیں[۳۰]۔

۵۔بعض اوقات دبستانوں کا اختلاف بھی املا کے مسائل پیدا کرتا ہے مثلاً امریکی اور برطانوی انگریزی کا املا مختلف ہے نیز یہی صورت حال اردو زبان سمیت بعض دیگر زبانوں میں بھی ملتی ہے۔ایسی صورت میں لغت نویس یہ فیصلہ کرتا ہے کہ وہ برطانوی اور امریکی انگریزی میں کس املا کو اصل اور کس کو متبادل قرار دے[۳۱]۔ تاہم کوئی بھی زبان ہو، دونوں طرح کے املا کا اندراج ضروری ہے۔

۴۔تلفظ کے اُصول:

تلفظ کے تعین سے مراد کسی لغت میں ان اصوات کی نشان دہی ہے، جو اندراجات کی ادائی کو واضح کرتی ہوں۔کسی بھی لغت کی تدوین میں تلفظ کے ضمن میں دو قسم کے مسائل درپیش ہوتے ہیں :

اول: تلفظ کو اس تحریری صورت میں کس طرح ادا کیا گیا ہے جو لغت میں روا ہے؟

دوم: تلفظ کی ادائی کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور اس میں کتنا تنوع پایا جاتا ہے؟[۳۲]

چناں چہ کسی بھی جدید لغت میں تلفظ کے سلسلے میں مذکورہ مسائل کے حل کے لیے درج ذیل اصول مدنظر رکھے جا سکتے ہیں:

۱۔لغت میں تلفظ کے اظہار کے تین طریقے ہیں جن میں سے کوئی بھی طریقہ قاری لغت کی رہ نمائی کے لیے کافی ہے:

الف۔ صرف راس لفظ پر علامات (اعراب) کے ذریعے تلفظ ظاہر کیا جائے۔

ب۔ صوتیاتی ترسیم (phonetic transcription) کے ذریعے تلفظ کی وضاحت کی جائے۔

ج۔ مذکورہ بالا دونوں طریقے بیک وقت استعمال کیے جائیں[۳۳]۔

۲۔ جدید برطانوی لغات میں صوتیاتی ترسیم کا نظام (Phonetic Transcription System) اختیار کیا گیا ہے، جس کا ایک مظہر بین الاقوامی صوتیاتی ابجد (International Phonetic Alphabet) یا IPA ہے۔ یہ طریقہ انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں متعارف ہوا۔ یہ رومن حروف تہجی پر مشتمل ہے اور نہ صرف کسی بھی زبان کے لیے موزوں ہوسکتا ہے بل کہ کسی بیرونی زبان کے سیکھنے میں بھی مدد گار ثابت ہوتا ہے، مثلاً آئی۔پی۔اے کے تحت لفظ 'کرکٹ' کا تلفظ 'krikit' ظاہر کیا جائے گا۔ اس کے متبادل کے طور پر دوبارہ ہجے کرنے کا طریقہ (respelling) استعمال ہوتا ہے، جو تلفظ کی ادائی کا ایسا طریقہ ہے، جس میں اجزائے صوت، اجزائے کلمہ یا ارکان تہجی (syllables) کو الگ الگ تحریر کیا جاتا ہے، مثلاً ہیئت (ہے،ات)، اشیا (اش،یا) وغیرہ۔ سر جیمز مرے (Sir James Murray ۱۸۳۷ء۔۱۹۱۵ء) نے موخر الذکر کو انیسویں صدی کے وسط میں اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری (*Oxford English Dictionary*) کے لیے استعمال کیا۔ اس وقت تک IPA ایجاد نہیں ہوا تھا، لیکن جب مذکورہ لغت کی دوسری اشاعت منظر عام پر آئی تو اس میں ری سپلنگ (respelling) کو IPA سے تبدیل کر دیا گیا[۳۴]۔

۳۔ بلا شبہ صوتیاتی ترسیم تلفظ کی تحریر کا جدید ترین طریقہ ہے، لیکن بوسونسن اسے قاری لغت کی سہولت کے لیے مزید تین طریقوں میں تقسیم کرتے ہیں:

الف: صوتیاتی ترسیم کے لیے IPA کو پوری طرح برتنا۔

ب: صوتیاتی ترسیم کے لیے IPA کے کچھ اجزا کو برتنا۔

ج: دوبارہ ہجے کرنا یعنی ریسپلنگ[۳۵]۔

۴۔ ہیننگ برگن ہولٹز اور سون ٹارپ کے مطابق محدود لغات میں تلفظ کی بابت یہ صورت حال دیکھنے کو ملتی ہے:

الف: تمام الفاظ کی صوتیاتی ترسیم کے ذریعے وضاحت۔

ب: کچھ الفاظ کی صوتیاتی ترسیم کے ذریعے وضاحت۔

ج: صوتیاتی ترسیم کے بجائے الفاظ کے مختلف اجزا پر زور (stress) دینا، جو دو حصوں پر مشتمل ہو۔

د: مذکورہ بالا طریقہ کچھ الفاظ کے لیے اختیار کرنا۔

ہ: تلفظ کے متعلق معلومات کا نہ ہونا[۳۶]۔

چناں چہ لغت کے مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے ان میں سے کوئی ایک صورت اختیار کی جا سکتی ہے تاہم عہد حاضر کی زیادہ تر لغات میں تلفظ سے متعلق معلومات تلفظ کی صوتیاتی ترسیم پر ہی مبنی ہوتی ہیں۔

۵۔اجزائی بل یا الفاظ کے مختلف اجزا پر زور دینا(stress)بھی الفاظ کی ادائی کے متعلق معلومات کی فراہمی کا ایک الگ طریقہ ہے۔اس میں ارکانِ تہجی (syllables) کی بنیاد پر لفظ کی تقطیع کی جاتی ہے،لیکن اسے ان لغات کے لیے ضروری نہیں خیال کیا جاتا، جن میں اندراجات کا تلفظ یقینی ہو[۳۷]۔

۶۔ایسی لغات جو مقامی افراد کے استعمال کے لیے مرتب کی جاتی ہیں ان میں عموماً بول چال کے الفاظ کا تلفظ واضح نہیں کیا جاتا۔ ایسی لغات میں صرف غیر ملکی الفاظ،غیر ملکی ناموں،سائنسی اور مخصوص اصطلاحات اور نایاب،ثقیل اور پیچیدہ الفاظ کا تلفظ ہی واضح کیا جاتا ہے[۳۸]۔

۷۔ کچھ پرانی لغات میں ایک اور طریقہ کار بھی ملتا ہے مثلاً 'I' جیسا کہ 'Hit' میں ہے یا 'I' جیسا کہ 'Machine' میں ہے وغیرہ۔ تاہم کچھ لغات میں،خاص طور پر جو بچوں کے لیے تیار کی جاتی ہیں،غیر رسمی طور پر دوبارہ ہجے کرنے کا طریقہ ملتا ہے،مثلاً em-fa-sis (Emphasis) وغیرہ[۳۹]۔

۸۔بعض اوقات ایک لفظ مقامی بولی کا جزو ہونے کی وجہ سے مختلف قسم کے تلفظ یا تنوع کا حامل بھی ہوسکتا ہے، ایسی صورت میں ایسا تلفظ لکھنا چاہیے جسے بڑے پیمانے پر تسلیم کیا جاتا ہو۔مزید برآں اس کے لیے ایک اصول یہ بھی ہے اگر کسی لفظ کو اس طرح تلفظ کیا جائے کہ اسے زیادہ لوگ سمجھ سکیں تو اسی کو مرجح قرار دینا چاہیے[۴۰]۔

۵۔قواعدی حیثیت سے متعلق اُصول:

لغت نویسی کی روایت ہے کہ اس میں الفاظ کی قواعدی حیثیت سے بھی بحث کی جاتی ہے،جس کے لیے درج ذیل اُصول کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں:

۱۔ لغت میں قواعدی معلومات کسی ایک مقام پر نہیں ہوتیں بل کہ انھیں درج ذیل مقامات پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

الف۔ ہر لغویے کے باب میں۔

ب۔ بیرونی مواد میں،جو فہرست الفاظ کا حصہ نہیں ہوتا مثلاً پیش لفظ،قارئین کے لیے ہدایات وغیرہ۔

ج۔ قواعدی الفاظ میں، جو بہ طور لیمالغت میں شامل ہوتے ہیں۔

د۔ مرکبات میں، جو لیما کی صورت میں لغت میں موجود ہوتے ہیں مثلاً محاورات، ضرب الامثال وغیرہ۔

ہ۔ قواعدی اصطلاحات میں، جو بہ طور لیما مندرج ہوتی ہیں[۴۱]۔

۲۔ کسی بھی زبان کے مختلف الفاظ اس زبان کے مختلف جملوں اور فقروں میں اپنے تفاعل یا کردار کی بنا پر مختلف اجزا میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔ انگریزی میں ان کی درجہ بندی چار بڑے زمروں میں کی جاتی ہے:

۱۔ اسم　　۲۔ فعل　　۳۔ صفت　۴۔ متعلق فعل

اس کے علاوہ چار چھوٹے زمرے بھی ہیں جن کی اہمیت اس بنا پر ہے کہ وہ بڑے زمروں میں شامل الفاظ میں ربط پیدا کرنے کا کام کرتے ہیں، مثلاً

۱۔ ضمائر　　۲۔ حروف تخصیص　　۳۔ حروف ربط　　۴۔ حروف عطف[۴۲]

دونوں قسم کے اجزا کو انگریزی میں Parts of Speech کا نام دیا جاتا ہے۔

۳۔ ابتدائی لغات میں الفاظ کو مذکورہ بالا اجزا میں بانٹ دیا جاتا تھا، لیکن پھر یہ خیال کیا جانے لگا کہ یہ طریقہ مبنی بر انصاف نہیں کیوں کہ یہ کسی لغویے کے نحویاتی کردار کو پوری طرح واضح نہیں کرتا[۴۳]۔ چناں چہ اب کچھ لغات میں، بالخصوص وہ جو انگریزی زبان کے سیکھنے والوں کے لیے مرتب کی جاتی ہیں، قواعدی حیثیت سے متعلق اضافی معلومات بھی شامل ہوتی ہیں[۴۴]، اور یہ اضافی معلومات عموماً اسم، فعل یا حروف کی مختلف اقسام پر مبنی ہوتی ہیں، لیکن زیادہ تر لغات میں الفاظ کو روایتی اجزا میں ہی تقسیم کیا جاتا ہے۔

۴۔ کچھ لغات میں قواعدی معلومات کے اندراج کے لیے علامات سے بھی مدد لی جاتی ہے اور اس کے لیے کچھ اختصارات و اشارات بھی وضع کیے جاتے ہیں جنھیں عام طور پر 'لغت کے استعمال کے لیے ہدایات' کے عنوان کے تحت بیان کیا جاتا ہے[۴۴]۔

۵۔ ایک اچھی لغت الفاظ کے محل استعمال کو بھی واضح کرتی ہے لہٰذا جدید لغات میں قواعدی معلومات کی فراہمی کے علاوہ ایک رجحان یہ بھی ہے کہ الفاظ کی بہتر تفہیم کے لیے ان کے لیے کچھ نشانات یا لیبل (label) وضع کیے جاتے ہیں۔ یہ نشانات اس کے استعمال کو ظاہر کرتے ہیں کہ کوئی لفظ کس کس سیاق و تناظر میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ہاورڈ جیکسن انھیں سات اقسام میں تقسیم کرتے ہیں:

الف۔ بولی(dilect): عام بول چال کے الفاظ۔

ب۔ رسمی(formal): رسمی طور پر استعمال کیے جانے والے الفاظ۔

ج۔ حیثیت(status): الفاظ کی نوعیت یعنی سوقیانہ یا عامیانہ وغیرہ۔

د۔ اثر(effect): توہین آمیز، تمسخرانہ، جارحانہ، طنزیہ یا ادبی اثرات رکھنے والے الفاظ۔ اس قسم کے الفاظ کی درجہ بندی پر سب سے زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔

ہ۔ تاریخ(history): متروک یا رائج الفاظ۔

و۔ موضوع یا شعبہ(topic or field): کسی علم یا کسی فن سے وابستہ اصطلاحات۔

ز۔ متنازع استعمال: (disputed usage) متنازع معاملات کے حامل الفاظ[۴۶]۔

۶۔ تذکیر و تانیث کے تعین کے اُصول:

اردو زبان کئی خصوصیات کی حامل ہے۔ چناں چہ اس کے خصائص جہاں اور مقامات پر اثر انداز ہوتے ہیں، وہاں ان کی بہ دولت لغت نویسی میں بھی ایک اہم اصول کا اضافہ ہو جاتا ہے، جو الفاظ کی تذکیر و تانیث کے تعین سے متعلق ہے۔ انگریزی زبان میں بھی الفاظ کی تذکیر و تانیث سے بحث کی جاتی ہے لیکن ان کا تعلق جنس مشترک(common gender) سے ہے۔ تاہم اردو میں محض اسی قدر نہیں ہے بل کہ اس میں تذکیر و تانیث کے بیش تر اصول سماعی ہیں یا عربی زبان سے اخذ کردہ ہیں۔ لہٰذا باقی اصول لغت نویسی کے برعکس اس کے اصولوں کے لیے مغربی ماہرین کے بجاے اسی زبان کے ماہرین کے وضع کردہ درج ذیل اصولوں سے مدد لی گئی ہے جن کا اہتمام لغت میں ناگزیر ہے، مثلاً:

۱۔ اردو میں الفاظ کی جنس کے حوالے سے اختلافی مسائل ہیں، جن میں سب سے پہلے تعصب اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ چناں چہ لغت نویس کا یہ فرض ہے کہ ذاتی ترجیحات و تعصّبات سے قطع نظر اس امر کی وضاحت کرے کہ لفظ کی جنس میں جو اختلاف ہے، اس کی نوعیت مکانی (دبستانوں کا اختلاف)، شعری (کسی شاعر کی طرف سے لفظ کی جنس میں تبدیلی)، زمانی (وقت کے بدلاؤ کے ساتھ لفظ کی جنس میں تبدیلی) یا تصریفی (لفظ کی جنس کا ماخذ زبان سے مختلف ہونا) میں سے کون سی ہے اور اس کی مروجہ اور درست صورت کیا ہے؟[۴۷]

۲۔ اردو الفاظ کی تذکیر و تانیث سے متعلق مختلف آرا ہیں جن میں دبستانوں کا فرق بھی ایک اہم مسئلہ ہے، مثلاً 'لغت'، 'اکتفا'، 'الاپ' اور 'ابتلا' جیسے الفاظ دبستانی اختلافات کی بنا پر مذکر اور مؤنث دونوں صورتوں میں مستعمل ہیں۔ چناں

چہ ایک لغت میں دبستانی اختلافات کا احاطہ کرنے کی کوشش ہونی چاہیے[۴۸]۔
۳۔نہ صرف دبستان دہلی اور لکھنؤ بل کہ اردو اور ہندی/سنسکرت کے مابین بھی تذکیر و تانیث کے اختلافات ہیں جو واضح ہونے چاہییں[۴۹]،مثال کے طور اسی طرح 'آتما'سنسکرت میں مذکر لیکن اردو میں بہ طور مؤنث مستعمل ہے۔اس پر توجہ دی جانی چاہیے۔
۴۔عربی میں تذکیر و تانیث فاعل اور مفعول کی صورت میں صفت اور موصوف کے مطابق ہوتی ہے ۔عربی کی طرح اردو میں بھی بے جان اسم تذکیر و تانیث کے اصولوں کا پابند ہے چناں چہ نہ صرف صفت اس کے مطابق ہوگی بل کہ ایسا اسم جمع کی حالت میں مؤنث ہو جاتا ہے لہٰذا صفت بھی مؤنث ہو جائے گی[۵۰]۔ایک ماہر لغت کی ان امور پر بھی گہری نظر ہونی چاہیے۔
۵۔عربی زبان سے اخذ کردہ الفاظ کی جمعیں ،خواہ اسم مذکر ہوں یا مؤنث ،دبستان لکھنؤ میں مذکر لیکن دہلی میں مذکر کی جمع مذکر اور مؤنث کی جمع مؤنث ہوتی ہے ،تاہم اس اصول میں استثنائی صورت بھی پائی جاتی ہے،جس کی وضاحت لغت میں ضروری ہے[۵۱]۔
۶۔اردو میں موجود دخیل الفاظ بھی تذکیر و تانیث کے حوالے سے بے قاعدگی کی نشان دہی کرتے ہیں ۔ان میں بعض الفاظ کی جنس اصل الفاظ سے مختلف ہے مثلاً 'شمس'عربی میں مؤنث،لیکن اردو میں مذکر ہے۔اسی طرح 'اصل' عربی میں مذکر،لیکن اردو میں مؤنث ہے۔چناں چہ اس نوع کے الفاظ بھی توجہ کے متقاضی ہیں۔
۷۔الفاظ کی تذکیر و تانیث میں زمانی اختلاف بھی اپنا کردار ادا کرتا ہے یعنی بعض الفاظ ایسے ہیں جو ایک زمانے تک مذکر استعمال ہوئے لیکن بعد میں مؤنث ہو گئے یا پھر صورت حال اس کے برعکس ہوتی ہے[۵۲]،مثلاً 'شوق'،'التفات' وغیرہ۔جب کہ بعض اوقات کسی شاعر کی شعری ضرورت بھی ان میں اختلافات پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے[۵۳]،مثلاً علامہ اقبال نے 'بلبل' کو مذکر اور مؤنث دونوں صورتوں میں استعمال کیا ہے۔لغت نویسی کے ضمن میں ان امور کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔

۷۔معنی کے تعین/توضیح/تشریح سے متعلق اُصول:

چوں کہ کوئی بھی لغت عام طور پر املا اور معنی سے متعلق معلومات کے لیے ہی دیکھی جاتی ہے[۵۴]۔اس لیے لغت نویس کے لیے سب سے اہم کام یہ ہے کہ وہ تعریف کی صورت میں لفظ کے معنی کا تعین کرے[۵۵]۔اس مقصد کے لیے زیر نظر

اصول راہ نمائی کا فریضہ انجام دے سکتے ہیں:

۱۔لغت میں لفظ کی تعریف وتوضیح کے لیے کئی طریقے بروئے کار لائے جاتے ہیں،لیکن ہاورڈ جیکسن کے مطابق لفظ کی تعریف کا سب سے عام طریقہ ایک مکمل تجزیاتی جملے پر مبنی تعریف ہے۔جب کہ دوسرا بڑا طریقہ مترادفات کا بیان ہے۔مؤخر الذکر مجرد الفاظ کی وضاحت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کیوں کہ ان کی تعریف کرنا آسان نہیں ہوتا۔تاہم مترادفات بھی ایسے ہونے چاہییں جو ایک دوسرے کی وضاحت کرنے والے ہوں۔تعریف کا تیسرا طریقہ ایسے الفاظ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جو عام طور پر کسی اور معنوں میں استعمال ہوتے ہوں،مثلاً day of rest کے معنی sunday دیے جائیں۔جب کہ چوتھا طریقہ الفاظ کے استعمال کا بیان ہے جو عموماً قواعدی حروف یعنی and یا or وغیرہ کے لیے استعمال ہوتا ہے[۵۶]۔

۲۔بوسونسن کے مطابق کسی لغت میں معنی کی وضاحت کے دو ہی طریقے رائج ہیں:

الف۔مترادفات

ب۔توضیحی طریقہ کار

زیادہ تر لغات میں یہ دونوں طریقے ہی دیے جاتے ہیں اور ان میں بھی پہلے تعارف یا تعریف اور بعد ازاں لفظ کا ایک یا ایک سے زائد مرادف درج کیے جاتے ہیں[۵۷]۔

۳۔لغت میں کسی لفظ کی رسمی طور پر تعریف کی بھی دو اقسام بتائی جاتی ہیں جن سے استفادہ کیا جا سکتا ہے:

الف۔ پابند تعریف(controlled definition):آسان الفاظ میں تعریف جو قاری آسانی سے سمجھ سکے اور وہ ان الفاظ پر مبنی ہو جنھیں وہ پہلے سے جانتا ہو۔

ب۔ جملے پر مشتمل تعریف(sentential definition):ایسی تعریف جو کسی لفظ یا فقرے کے بجائے جملے پر مشتمل ہو[۵۸]۔

۴۔کئی لفظ ایک سے زیادہ معنی کے حامل ہوتے ہیں جو اس کی کثیر معنویت کو ظاہر کرتے ہیں۔لہٰذا اس امر کا تعین کرنا کہ ایک لفظ کتنے معنی رکھتا ہے اور ان تمام معنوں کو کس ترتیب سے مرتب کیا جا سکتا ہے،لغت نویس کے لیے نہ صرف ایک مشکل مرحلہ ہے[۵۹] بل کہ بنیادی سوالات میں سے بھی ایک اہم سوال ہے۔جس کے لیے ایک اصول یہ ہے کہ اگر کوئی لغت تاریخی اصول پر ترتیب دی جا رہی ہے تو اس کے لیے قدیم سے لے کر جدید معنی تک سب پیش کیے

جاتے ہیں ۔اس مقصد کے لیے ادوار بندی بھی کی جاتی ہے اور ہر دور کے معنی کی مثال بھی پیش کی جاتی ہے[۶۰]۔

۵۔کثیر معنوی الفاظ کے لیے معنی کی ترتیب بھی ایک اہم مسئلہ ہے جس کے دو ممکنہ اصول رائج ہیں :

الف۔سب سے پہلے لفظ کے جدید ترین معنی دیے جائیں اور آخر میں قدیم ترین۔

ب۔تاریخی طریقہ اختیار کیا جائے جس میں اصل اور قدیم معنی پہلے دیا جاتا ہے اور جدید ترین آخر میں ۔

اگر چہ درج بالا دونوں طریقے رائج ہیں ،لیکن تاریخی طریقہ زیادہ منطقی تصور کیا جاتا ہے کیوں کہ اس میں ایک ہی نظر میں کسی لفظ کا تاریخی ارتقا سامنے آجاتا ہے[۶۱]۔

۶۔ جہاں تک معنی کی کثرت کا تعلق ہے تو جس لفظ کے بہت سے معنی ہوں، ان میں قریبی اور عام استعمال ہونے والے معنی پہلے درج کیے جانے چاہییں اور اس کے بعد اس کے دیگر معنی یعنی تکنیکی معنی،متروک معنی اور محاوراتی معنی وغیرہ درج ہونے چاہییں ۔یہ طریقہ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں لغت نویس یہ محسوس کرے کہ جدید اور مروجہ معنی ہی لفظ کے اصل معنی ہیں [۶۲]۔

۷۔معنی کے اعتبار سے ایک مسئلہ تعصب کا بھی ہے۔قدیم لغات انفرادی نقطۂ نظر سے تحریر کی جاتی تھیں۔ اس ضمن میں جانسن کی لغت کی مثال دی جا سکتی ہے لیکن نئی لغات میں لغت نویس اس قسم کے رجحان کی نفی کرتے ہیں اور لفظ کی تعریفات کے حوالے سے تعصّبات سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں، اسی لیے موجودہ لغات زیادہ معتبر اور فائدہ مند قرار دی جاسکتی ہیں [۶۳]۔

۸۔لغت میں معنی کی وضاحت کے لیے الفاظ کو ایک دوسرے کی طرف رجوع (circulation) کروانا بھی مسائل کا باعث بنتا ہے ۔یہ اکثر ذولسانی اور کثیر لسانی لغات میں اختیار کیا جاتا ہے کیوں کہ ان میں مترادفات درج کیے جاتے ہیں، لیکن اسے لغت نویسی کے لیے احسن تصور نہیں کیا جاتا[۶۴]۔ مذکورہ مسئلے پر قابو پانے کے لیے ،معنی کی وضاحت ایسے مخصوص الفاظ میں ہونی چاہیے جن کے لیے ان پانچ اصولوں کو مدنظر رکھا گیا ہو:

الف۔ایسے عام الفاظ استعمال ہوں جو زبان میں تواتر سے استعمال ہوتے ہوں۔

ب۔ایسے الفاظ ہوں جن کے مطالب ایک زبان کی مختلف بولیوں ،مثلاً برطانوی اور امریکی انگریزی، میں یکساں ہوں ۔

ج۔متروک الفاظ کے استعمال سے گریز کیا جائے۔

د۔ ایسے الفاظ ہوں جو سمجھنے میں آسان ہوں۔

ہ۔ ایسے الفاظ سے درگزر کیا جائے جو غیر مقامی یا غیر ملکی الفاظ کے ساتھ الجھا دیں[۶۵]۔

۸۔اسناد و امثلہ کی پیش کش کے اُصول:

کسی بھی لغت میں عموماً لفظ کی تعریف کے بعد اس کی ایک یا ایک سے زائد امثال درج کی جاتی ہیں جو اس کے عام استعمال اور اُس سیاق و سباق کو واضح کرتی ہیں جس میں وہ لفظ استعمال ہوتا ہے[۶۶]۔اس کے لیے درج ذیل اصول پیش نظر ہونے چاہییں:

۱۔لغت میں عام استعمال کی اسناد بھی دی جاسکتی ہیں اور یہ ادبی متون پر بھی مشتمل ہوسکتی ہیں تاہم اگر پہلے سے ریکارڈ شدہ امثال موجود ہیں تو انھیں بھی شامل کیا جا سکتا ہے[۶۷]، جو اکثر کورپس کی شکل میں موجود ہوتی ہیں۔چناں چہ اسناد کے اندراج کے لیے کورپس کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ فی زمانہ ایسے الفاظ زبانوں میں داخل ہو چکے ہیں جنھیں کورپس کے بغیر سمجھنا ممکن نہیں۔اس مشکل سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ ایسے الفاظ جو کسی ادیب کے ہاں مستعمل نہیں، لیکن زبان کا حصہ ہیں تو ان کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے الفاظ کے اندراج کے ساتھ ساتھ ان کے معنی اور استعمال کی امثال کے لیے بھی کورپس کو بنیاد بنایا جائے۔

۲۔عصر حاضر میں تین قسم کی امثال و اسناد زیادہ قابل ذکر اور قابل اعتبار قرار دی جاسکتی ہیں:

الف۔حوالہ(citation):ایسی امثال کسی بھی ادبی متن سے،لغت نویس کی طرف سے مطابقت قائم کرنے کی کوشش کو اپنائے بغیر، اخذ کی جاسکتی ہیں۔

ب۔حوالے پر مبنی امثال(citation examples):یہ آسان،مختصر اور خلاصہ شدہ امثال ہوتی ہیں، جو کسی مکمل حوالے سے غیر ضروری،غیر متعلقہ یا اضافی معلومات یا جملۂ معترضہ کو حذف کر کے وضع کی جاتی ہیں۔

ج۔اہلیت اور قابلیت کی بنیاد پر گھڑی گئی امثال/قیاسی امثال(competence examples): ان میں لغت نویس کی مساعی کارفرما ہوتی ہے[۶۸]۔

۳۔ بوسونسن کے ہاں امثال کی ایک تقسیم غیر تشریحی(uncommented examples)اور تشریحی امثال (commented examples) کی صورت میں بھی ملتی ہے ۔غیر تشریحی امثال میں معنی کی طرف اشارہ نہیں کیا جاتا جب کہ تشریحی امثال اس کے برعکس ہوتی ہیں۔ان میں سے مؤخر الذکر کو وہ مزید دو اقسام یعنی توضیحی امثال(defined examples) اور ترجمہ

شدہ امثال (translated examples) میں تقسیم کرتے ہیں، جنھیں بالترتیب یک لسانی لغات اور ذولسانی لغات کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے[۶۹]۔

۴۔ لغت میں امثلہ و اسناد کسی بھی لفظ کے بارے میں واضح معلومات کے بعد یا کسی بھی لفظ کے متعلق قاموسی نوٹ (encyclopedic notes) کے بعد اور الفاظ کی ترتیب سے پہلے تحریر کی جاتی ہیں۔ لہٰذا اگر الفاظ کی قاموسی وضاحت بھی دینی مقصود ہوتو مؤخر الذکر ترتیب زیادہ بہتر ہے۔ یعنی لغات کی مثالیں قاموسی تفصیل کے ساتھ ہی تسلسل میں درج کرنی چاہییں۔ یہ نہ صرف عام فہم ہے بل کہ لغت کی تفصیلی ساخت کو برقرار رکھنے کے لیے بھی ضروری ہے کہ اس میں ایک تسلسل قائم رہے[۷۰]۔

۵۔ بہ حوالہ اسناد ایک اہم مسئلہ امثال کی تعداد کا بھی ہے، مثلاً بعض اوقات لغت میں ان کو شامل ہی نہیں کیا جاتا اور کبھی کئی کئی امثال درج کر دی جاتی ہیں۔ غالباً اسی لیے ہینگ برگن ہولٹز اور سون ٹارپ کہتے ہیں کہ یک لسانی لغات میں الفاظ کے استعمال کی ایک کثیر تعداد، جسے ایک لمبی فہرست کہنا چاہیے، موجود ہوتی ہے[۷۱]۔ تاہم اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ممکن ہے کہ بعض اوقات کوئی ایک مثال قاری کے لیے کافی نہ ہو اور وہ اس کی مدد سے لفظ کا استعمال نہ جان سکے[۷۲] اس لیے کسی بھی لفظ کی ایک سے زائد، معروف اور فائدہ مند اسناد دینی چاہییں تاکہ کسی بھی لفظ کے معنی کی تمام جہات کو احسن طریقے سے سمجھا جا سکے اور بوقت ضرورت ان کا درست استعمال کیا جا سکے۔

۹۔ لسانی ماخذ اور اشتقاق کے اُصول:

لفظ ایک معاشرتی رویہ ہے اور معنی ثقافتی اظہار ہے، جو صدیوں کی تاریخ پر مبنی ہوتا ہے۔ چناں چہ اس کی حیثیت انفرادی نہیں بل کہ اجتماعی ہے اور یہی وجہ ہے کہ نہ صرف سترھویں صدی کے اواخر سے عمومی لغات میں اشتقاقی معلومات کا اندراج بھی کیا جانے لگا اور عام الفاظ بھی شامل کیے گئے کہ ان کی اصل سے متعلق تفصیل محفوظ کی جا سکے[۷۳] بل کہ عہد حاضر میں بھی بیش تر لغات الفاظ کے اشتقاق اور ان کی اصل سے متعلق معلومات کے اندراج پر زور دیتی ہیں۔ دراصل الفاظ سے متعلق اشتقاقی معلومات ہمیں الفاظ کی تاریخ سے آگاہ کرتی ہیں کہ وہ کہاں سے آئے؟ کس طرح بنے؟ انھوں نے ارتقائی مراحل کس طرح طے کیے اور بالآخر کس طرح انھوں نے وہ شکل اور معنی اختیار کیے جو اس وقت ان کے ہیں؟[۷۴] اس طرح کسی لغت میں اشتقاقی تفصیل کی فراہمی کے تین مقاصد بتائے جاسکتے ہیں:

الف۔ علما اور طالب علموں کے لیے خام مواد فراہم کرنا۔

ب۔ زبان کے بارے میں معلومات اور دلچسپی کو فروغ دینا۔

ج۔ زبان کے ذریعے کسی تہذیب کی تاریخ اور اس تہذیب کا دوسری تہذیبوں کے ساتھ تعلق کا فہم پیدا کرنا[۷۵]۔

یہ مقاصد نہ صرف اس کی اہمیت واضح کرتے ہیں بل کہ اس بات پر بھی دال ہیں کہ اشتقاق اور لسانی مآخذ کا اندراج کسی بھی لغت کا سب سے پیچیدہ کام ہے کیوں کہ اس کے لیے نہ صرف تاریخی معلومات درکار ہوتی ہیں[۷۶] بل کہ کچھ اصولوں کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جو درج ذیل ہیں:

۱۔ ماضی میں اشتقاقی معلومات کے اندراج کی بابت قیاس آرائی اور اندازوں سے کام لیا جاتا تھا، لیکن اب لغت نویس اس سے بچتے دکھائی دیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ اشتقاق کے لیے وہی معلومات درج کی جائیں جو مبنی بر تحقیق ہوں[۷۷]۔

۲۔ ایک یک لسانی عصری لغت جو عام قارئین کے لیے مرتب کی جاتی ہے اس میں اشتقاق و اصل کا کردار معمولی ہوتا ہے۔ جب کہ کچھ لغات میں اب بھی یہ معلومات شامل نہیں کی جاتیں[۷۸]۔

۳۔ کسی لغت میں اصل و اشتقاق کی معلومات کا شامل ہونا لغت کی تدوین کے مقصد سے بھی مشروط ہوتا ہے۔ اگر وہ محض زبان سیکھنے والوں کے لیے ہے تو اس کے لیے تاریخی معلومات کی ضرورت ہی نہیں، لیکن اگر اس میں تاریخی اجزا و عناصر پائے جاتے ہیں تب اس میں اشتقاق کو منطقی حیثیت حاصل ہو جائے گی[۷۹]۔

۴۔ ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ کس قسم کی اشتقاقی معلومات لغت میں ہونی چاہییں؟ سب سے پہلے یہ اشتقاق کی شمولیت کے مقاصد پر منحصر ہے اور یہ کہ قارئین لغت کس قسم کی معلومات کی توقع رکھتے یا ان کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟ علاوہ ازیں یہ نہ صرف کسی لفظ کے دست یاب مواد پر منحصر ہے بل کہ لغت میں اشتقاق کے لیے مخصوص جگہ پر بھی انحصار کرتا ہے[۸۰]۔

۵۔ بوسونسن کے مطابق جو لوگ زبان میں خصوصی دل چسپی رکھتے ہیں وہ درج ذیل سوالات کے جوابات جاننا چاہتے ہیں:

الف۔ کیا ہر لفظ مقامی ہے یا وہ مستعار لیا گیا ہے اور غیر ملکی ہے؟

ب۔ اگر لفظ مقامی نہیں تو یہ کہاں سے آیا اور اس کی اصل (root) کہاں ہے جہاں سے یہ زبان میں داخل ہوا؟

ج۔ اس لفظ نے پہلی بار اس زبان میں کب اور کہاں مصدقہ حیثیت حاصل کی؟

د۔لفظ کی اصل صورت کیا ہے اور اس کی موجودہ صورت کیسے وجود میں آئی؟

ہ۔ لفظ کے اصل معنی کیا ہیں ؟اس کے معنی کا ارتقا کیسے عمل میں آیا؟اگر اس کے ایک سے زائد معنی ہیں تو ان میں باہمی تعلق کیا ہے؟

و۔ اس لفظ سے متعلقہ اور الفاظ کون سے ہیں؟ آیا وہ اسی زبان میں ہیں یا کسی اور زبان میں موجود ہیں؟

ز۔کیا لفظ اور اس کے تاریخی ارتقا کے ساتھ مزید لسانیاتی حقائق بھی متصل ہیں؟[۸۱]

چناں چہ جہاں تک ممکن ہو ایک لغت نویس کو ان سب کے جوابات فراہم کرنے چاہییں۔

۶۔کسی لفظ کے ارتقائی مراحل (development stages) سے متعلق معلومات مادے کی زبان کی تفصیلات،مادے کی ساخت کی تفصیلات اور مادے کے معنی کی تفصیلات پر مشتمل ہونی چاہییں[۸۲]۔

۷۔ یہ سچ ہے کہ کبھی کبھار کسی لفظ کے معنی میں اس قدر تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں کہ وہ نہ صرف قاری کے لیے دل چسپی کا باعث ہوتی ہیں بل کہ تاریخی اور ثقافتی تحقیقات میں بھی معاون ثابت ہوتی ہیں[۸۳]،لیکن یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ لفظ کے معنی کے بیان میں ماضی خواہ کتنا ہی دل چسپ کیوں نہ ہو سارے کا سارا معلوم نہیں ہوسکتا اور نہ ہی سارا کسی لفظ کے معنی سے متعلق ہوتا ہے۔اس کے لیے ایک خاص حد تک ہی کوشش کی جا سکتی ہے[۸۴]۔

۸۔کسی لفظ کا اشتقاق یہ ضرور بتاتا ہے کہ لفظ کب وجود میں آیا اور اب اس کی کیا حالت وصورت ہے ،لیکن وہ نہ تو اس کے عصری معنی کی وضاحت کے لیے مدد گار ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے استعمال کے لیے۔یہ صرف پس منظری معلومات کے حصول کے لیے معاون ثابت ہوتا ہے[۸۵]۔

۹۔لفظ کے اشتقاق کے لیے جو ثبوت مہیا کیے جاتے ہیں وہ یا تو جزوی و عارضی ہوتے ہیں یا مکمل طور پر معلوم نہیں ہو پاتے ،لیکن پھر بھی ضروری ہے کہ اشتقاقی تفصیل کے ساتھ مثالیں مہیا کی جائیں خواہ وہ کسی قدر ناکافی ہی کیوں نہ ہوں ۔ وقت کے ساتھ ساتھ مزید معلومات سامنے آتی چلی جاتی ہیں، ایسی صورت میں اشتقاقی معلومات پر نظر ثانی کی جاسکتی ہے[۸۶]۔

درج بالا بحث کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ لغت نویسی اپنی اہمیت اور افادیت کے باعث دنیا کی تمام ترقی یافتہ زبانوں میں ہمیشہ سے اور مختلف صورتوں میں مروج رہی ہے اور اس کی ترتیب و تدوین کے اصول بھی انھی زبانوں کی خصوصیات کو مدنظر رکھ کر ترتیب دیے جاتے رہے ہیں ۔تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ مرور ایام کے ساتھ ساتھ لغت نویسی کے

تقاضوں میں بھی تبدیلیاں آتی رہی ہیں۔ انھی تبدیلیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ سابقہ لغات یا ان کے طریقۂ کار کی بنیاد پر کوئی لغت ترتیب دینے کے بجائے تحقیق و تدوینِ لغت کا کام باقاعدگی سے لیکن وسیع اور جدید پیمانے پر کیا جائے۔ اگرچہ یہ ایک دقت طلب کام ہے اور کسی جماعت کی اعانت کے بغیر انجام نہیں دیا جا سکتا لیکن جس طور بھی ممکن ہو اگر اوپر بیان کردہ اصولوں کو مدنظر رکھ کر کسی اردو لغت کی تدوین کی جائے تو نہ صرف اردو لغت نویسی کو عالمی معیارات سے ہم آہنگ کیا جا سکے گا بل کہ یہ اردو زبان و ادب کی بھی ایک بہت بڑی خدمت ہوگی۔

حواشی و حوالہ جات

* (پ: ۱۹۸۷ء) لیکچرر، شعبۂ اردو، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔

۱۔ رؤف پاریکھ، لغوی مباحث (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۵ء)، ۱۱-۲۴۔

۲۔ ایضاً، ۱۱-۲۴

۳۔ اس کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: صفدر رشید، مغرب کے اردو لغت نگار (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۵ء)، ۲۹-۸۸۔

۴۔ مولوی عبدالحق، ''اردو لغات اور لغت نویسی'' مشمولہ اردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث (کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۷ء)، ۹۸-۲۳۸۔

۵۔ اصولِ لغت نویسی سے متعلق ان ماہرین لغت کے مضامین کے لیے ملاحظہ کیجیے:

رؤف پاریکھ، اردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث (کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۷ء)

رؤف پاریکھ، علم لغت، اصول لغت اور لغات (کراچی، فضلی سنز، ۲۰۱۷ء)

رؤف پاریکھ، لغت نویسی اور لغات: روایت اور تجزیہ (کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۵ء)

رؤف پاریکھ (مرتبہ)، اردو لغات: اصول اور تنقید (کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۴ء)

گوپی چند نارنگ (مرتبہ)، لغت نویسی کے مسائل (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۸۵ء)

۶۔ آر۔آر۔کے۔ہارٹ مین [R.R.K.Hartmann] / گریگری جیمز [Gregory James]، *Dictionary of Lexicography* (لندن: روٹلیج، ۲۰۰۲ء)، ۸۳۔

۷۔ ایم۔اے۔کے۔ہیلیڈے [M.A.K.Halliday]، ''Lexicology'' مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistic*، (نیو یارک: کنٹینیم، ۲۰۰۴ء)، ۲۔

۸۔ ہیننگ برگن ہولٹز [Henning Bergenholtz] / سون ٹارپ [Sven Tarp]، *Manual of Specialized Lexicography*، (ایمسٹرڈیم: جان بنجمن پبلشنگ کمپنی، ۱۹۹۵ء)، ۹۹۔

۹۔ بوسونسن [Bo Svensen]، *A Handbook of Lexicography* (لندن: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۳ء)، ۹۳۔

بوسونسن کی اسی توجیہ اور لفظ 'لیما' (lemma) کی کاملیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے راقمہ نے بھی اکثر مقامات پر 'راس لفظ' (head word) کے بجائے 'لیما' ہی استعمال کیا ہے۔

۱۰۔ پیٹرک ہینکس [Patrick Hanks]، *Compiling a Monolingual Dictionary for Native Speakers*، (جمہوریہ چیک: چارلس یونی

ورسٹی، ۲۰۰۹ء)، ۵۸۴-۵۸۵۔

۱۱۔ بوسونسن [Bo Svensen]، *A Handbook of Lexicography*، ۳۷ ۔

۱۲۔ جان سنکلیئر [John Sinclair]، ''Corpora for Lexicography''، مشمولہ A Practical Guide to Guide to Lexicography، مرتبہ پیٹ وان سٹر کن برگ (ایمسٹرڈیم: جان بنجمن پبلشنگ کمپنی، ۲۰۰۳ء)، ۱۶۷۔

۱۳۔ ایضاً، ۱۶۷۔

۱۴۔ ہیننگ برگن ہولٹز [Henning Bergenholtz] / سون ٹارپ [Sven Tarp]، *Manual of Specialized Lexicography*، ۱۵ ۔

۱۵۔ ایضاً، ۱۰۴۔

۱۶۔ بوسونسن [Bo Svensen]، *A Handbook of Lexicography*، ۱۰۵ ۔

۱۷۔ ایضاً، ۱۰۵۔

۱۸۔ ہیننگ برگن ہولٹز [Henning Bergenholtz] / سون ٹارپ [Sven Tarp]، *Manual of Specialized Lexicography*، ۱۰۴ ۔

۱۹۔ ہاورڈ جیکسن [Howard Jackson]، *Lexicography:An Introduction* (لندن: روتلیج، ۲۰۰۲ء)، ۲۔

۲۰۔ نذیر آزاد، لغت نگاری: اصول و قواعد (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۲ء)، ۴۴۔

۲۱۔ ایضاً، ۴۶۔

۲۲۔ ایم۔اے۔کے۔ہیلیڈے [M.A.K.Halliday]، ''Lexicology'' مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistic*، ۷

۲۳۔ ہاورڈ جیکسن [Howard Jackson]، *Lexicography:An Introduction*، ۲ ۔

۲۴۔ بوسونسن [Bo Svensen]، *A Handbook of Lexicography*، ۹۶ ۔

۲۵۔ ہاورڈ جیکسن [Howard Jackson]، *Lexicography:An Introduction*، ۳ ۔

۲۶۔ ایضاً، ۳۔

۲۷۔ بوسونسن [Bo Svensen]، *A Handbook of Lexicography*، ۱۰۹ ۔

۲۸۔ ہاورڈ جیکسن [Howard Jackson]، *Lexicography:An Introduction*، ۱۰۱ ۔

۲۹۔ بوسونسن [Bo Svensen]، *A Handbook of Lexicography*، ۱۰۹ ۔

۳۰۔ ایضاً، ۱۰۹۔

۳۱۔ ہاورڈ جیکسن [Howard Jackson]، *Lexicography:An Introduction*، ۱۰۲ ۔

۳۲۔ ایضاً، ۱۰۲۔

۳۳۔ بوسونسن [Bo Svensen]، *A Handbook of Lexicography*، ۱۰۹ ، ۱۱۶۔

۳۴۔ ہاورڈ جیکسن [Howard Jackson]، *Lexicography:An Introduction*، ۱۰۲ ۔

۳۵۔ بوسونسن [Bo Svensen]، *A Handbook of Lexicography*، ۱۰۹ ، ۱۱۷۔

۳۶۔ ہیننگ برگن ہولٹز [Henning Bergenholtz] / سون ٹارپ [Sven Tarp]، Manual of Specialized Lexicography، ۳۷۔

۳۷۔ فیرینس کیفر [Ferenc Kiefer] "*Design and Production of Monolingual Dictionaries*"، مشمولہ *A Practical Guide to Lexicography*، ۳۵۴ ۔

۳۸۔ ہاورڈ جیکسن[Howard Jackson]، *Lexicography:An Introduction*، ۱۰۳۔

۳۹۔ ایم۔اے۔کے۔ہیلیڈے[M.A.K.Halliday]،''Lexicology''مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistic*، ۲۔

۴۰۔ فیرینس کیفر[Ferenc Kiefer] "*Design and Production of Monolingual Dictionaries*"، مشمولہ *A Practical Guide to Lexicography*، ۳۵۴۔

۴۱۔ ہیننگ برگن ہولٹز[Henning Bergenholtz] / سون ٹارپ[Sven Tarp]، Manual of Specialized Lexicography، ۱۱۲۔

۴۲۔ ہاورڈ جیکسن[Howard Jackson]، *Lexicography:An Introduction*، ۷۔

بوسونسن[Bo Svensen]، *A Handbook of Lexicography*، ۱۳۷-۱۴۰۔

۴۳۔ فیرینس کیفر[Ferenc Kiefer] "*Design and Production of Monolingual Dictionaries*"، مشمولہ *A Practical Guide to Lexicography*، ۶۔

۴۴۔ ایم۔اے۔کے۔ہیلیڈے[M.A.K.Halliday]،''Lexicology''مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistic*، ۲۔

۴۵۔ ہاورڈ جیکسن[Howard Jackson]، *Lexicography:An Introduction*، ۱۰۸۔

۴۶۔ ان کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

ہاورڈ جیکسن[Howard Jackson]، *Lexicography:An Introduction*، ۱۰۹-۱۱۵۔

۴۷۔ نذیر آزاد، لغت نگاری: اصول و قواعد، ۸۵۔

۴۸۔ نذیر آزاد،''اردو لغت نگاری کے مسائل''مشمولہ اردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث، ۳۴۵۔

۴۹۔ علی جواد زیدی،''اردو لغت کی جدید تدوین''مشمولہ اردو لغات: اصول اور تنقید، ۲۸۔

۵۰۔ نذیر آزاد،''اردو لغت نگاری کے مسائل''مشمولہ اردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث، ۳۴۵۔

۵۱۔ ایضاً، ۳۴۶۔

۵۲۔ نذیر آزاد، لغت نگاری: اصول و قواعد، ۸۴-۸۵۔

۵۳۔ ایضاً، ۸۳۔

۵۴۔ ہاورڈ جیکسن[Howard Jackson]، *Lexicography:An Introduction*، ۸۶۔

۵۵۔ ایضاً، ۱۵۔

۵۶۔ ایضاً، ۹۴۔

۵۷۔ بوسونسن[Bo Svensen]، *A Handbook of Lexicography*، ۲۱۴۔

۵۸۔ ڈرک جیرارٹس[Dirk Geeraerts] "Meaning and Definition"، مشمولہ *A Practical Guide to Lexicography*، ۹۱۔

۵۹۔ ہاورڈ جیکسن[Howard Jackson]، *Lexicography:An Introduction*، ۱۵۔

۶۰۔ ایضاً، ۹۲۔

۶۱۔ ایضاً، ۹۲۔

۶۲۔ ایضاً، ۹۲۔

۶۳۔ کولن ییلپ[Colin Yallop]،'' Words and Meaning''، مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistics*، ۲۴۔

۶۵۔ فیرینس کیفر[Ferenc Kiefer] "*Design and Production of Monolingual Dictionaries*"، مشمولہ *A Practical Guide to Lexicography*، ۳۵۸ ۔

۶۸۔ ہیننگ برگن ہولٹز[Henning Bergenholtz] / سون ٹارپ[Sven Tarp]، Manual of Specialized Lexicography، ۱۳۹ ۔

۶۹۔ مکمل تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

بوسونسن[Bo Svensen]، *A Handbook of Lexicography*، ۲۸۱ ۔ ۲۸۲۔

۷۰۔ ہیننگ برگن ہولٹز[Henning Bergenholtz] / سون ٹارپ[Sven Tarp]، Manual of Specialized Lexicography، ۱۳۹ ۔

۷۱۔ ایضاً، ۱۳۹۔

۷۲۔ اینا فرینکن برگ۔گارشیا [Ana Frankenberg-Garcia]، ''Learners Use of Corpus Examples''، مشمولہ International Journal of Lexicography، (جون ۲۰۱۲ء)، ۲۷۳ - ۲۹۶۔

۷۳۔ ہاورڈ جیکسن[Howard Jackson]، *Lexicography:An Introduction*، ۱۱۷ ۔

۷۴۔ بوسونسن[Bo Svensen]، *A Handbook of Lexicography*، ۳۳۳ ۔

۷۵۔ نکولین وین ڈیر سجیس [Nicoline Van Der Sijs]، ''The Codification of Etymological Information''، مشمولہ *A Practical Guide to Lexicography*، ۳۱۳۔

۷۶۔ ہاورڈ جیکسن[Howard Jackson]، *Lexicography:An Introduction*، ۱۲۶ ۔

۷۸۔ کولن ییلپ[Colin Yallop]، '' Words and Meaning''، مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistics*، ۳۱۲ ۔

۷۹۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

ہاورڈ جیکسن[Howard Jackson]، *Lexicography:An Introduction*، ۱۲۶ ۔

بوسونسن[Bo Svensen]، *A Handbook of Lexicography*، ۳۳۴ ۔

۸۰۔ نکولین وین ڈیر سجیس [Nicoline Van Der Sijs]، ''The Codification of Etymological Information''، مشمولہ *A Practical Guide to Lexicography*، ۳۱۲۔

۸۱۔ بوسونسن[Bo Svensen]، *A Handbook of Lexicography*، ۳۳۳ - ۳۳۴۔

۸۲۔ ایضاً، ۳۳۹۔

۸۳۔ کولن ییلپ[Colin Yallop]، '' Words and Meaning''، مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistics*، ۳۳ ۔

۸۴۔ ایضاً، ۳۶۔

۸۵۔ ہاورڈ جیکسن[Howard Jackson]، *Lexicography:An Introduction*، ۱۲۶ - ۱۲۷ ۔

۸۶۔ ایضاً، ۱۱۷۔

مآخذ

برگن ہولٹز، ہیننگ [Henning Bergenholtz] / سون ٹارپ[Sven Tarp] *Manual of Specialized Lexicography* ۔ ایمسٹر ڈیم: جان بنجمن پبلشنگ کمپنی، ۱۹۹۵ء ۔

جیکسن، ہاورڈ [Howard Jackson]۔ *Lexicography: An Introduction*۔ لندن: روٹلیج، ۲۰۰۲ء۔

رؤف پاریکھ۔ اردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث۔ کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۷ء۔

____ مرتبہ۔ اردو لغات: اصول اور تنقید۔ کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۴ء۔

____ علم لغت، اصول لغت اور لغات۔ کراچی، فضلی سنز، ۲۰۱۷ء۔

____ لغت نویسی اور لغات: روایت اور تجزیہ۔ کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۵ء۔

____ لغوی مباحث۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۵ء۔

سنکلیئر، جان [John Sinclair]۔ ''Corpora for Lexicography'' مشمولہ *A Practical Guide to Lexicography*۔ مرتبہ پیٹ وان سٹرکن برگ۔ ایمسٹرڈیم: جان بنجمن پبلشنگ کمپنی، ۲۰۰۳ء۔ ۱۶۷۔

سونسن، بو [Bo Svensen]۔ *A Handbook of Lexicography*۔ لندن: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۳ء۔

صفدر رشید۔ مغرب کے اردو لغت نگار۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۵ء۔

گارشیا، اینا فرینکن برگ۔ [Ana Frankenberg-Garcia]۔ ''Learners Use of Corpus Examples'' مشمولہ *International Journal of Lexicography*۔ جون ۲۰۱۲ء۔ ۲۷۳۔ ۲۹۶۔

نارنگ، گوپی چند۔ مرتبہ۔ لغت نویسی کے مسائل۔ نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۸۵ء۔

نذیر آزاد۔ لغت نگاری: اصول و قواعد۔ دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۲ء۔

ہارٹ مین، آر۔ آر۔ کے۔ [R.R.K.Hartmann] / گریگری جیمز [Gregory James] *Dictionary of Lexicography*۔ لندن: روٹلیج، ۲۰۰۲ء۔

ہیلیڈے، ایم۔ اے۔ کے۔ [M.A.K.Halliday]۔ ''Lexicology'' مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistic*۔ نیو یارک: کنٹینیم، ۲۰۰۴ء، ۶۔

ہینکس، پیٹرک [Patrick Hanks]۔ *Compiling a Monolingual Dictionary for Native Speakers*۔ جمہوریہ چیک: چارلس یونی ورسٹی، ۲۰۰۹ء۔